



انسان عزیز رام

لین

۱۳۷۷-۱-۰۲

رات کے پُر کیف نکلئے میں بھالی صدا
چاندنی کے سی گاؤں شانے پہ لہراتی ہوئی
گونجتی بڑھتی لرزتی کوہ تاروں کے قریب
پھیلتی میدان میں پگڈنڈی پہل کھاتی ہوئی
آری بے اس طرح جیسے کسی کی یاد آئے
بینند میں دُوبنی ہوئی پلکوں کو اکتاتی ہوئی

آسمانوں میں زمیں کا گیٹ لہرانے لگا
چھاگیا ہے چاند کے چہرے پہ نخت کا غبار
ذرہ ذرہ جھوم کریتے لگا انگرڈا مشیان
رکھ دیانا ہیڈنے ہجنہ جلا کے ہاتھوں سے ستار
بزمِ اشتممی ہر ایک تنویر دھندری ہو گئی
کہکشاں ملکے لگی حیرت سے سوئے جو شمار

یوں فضاؤں میں رواں ہے یہ صدائے دلنشیں
ذہنِ شاعر میں ہو جیے اک اچھوتا ساخیاں
پاسح کے سی گاؤں خسار پر پہلی بکریں
مرخ ہونٹوں سے بچھائے جس طرح بوہوں کے جال

گاہ تھمتی، گاہ سنائے کا سینہ چیرتی
یوں فضا میں اُٹھ، ہو جاتی ہے مدھم ہائے ہائے
شام کی دھنڈا ہٹوں میں دُور کوئی کا رواں
کوہ تاروں سے اُڑ کر جیسے میدانوں میں آئے

ایک پچھے
 اپنی ماں سے بچپنگی بے
 اس میں میں
 اب کیا ہو گا؟
 کون اُسے گھر لے جائے گا؟
 حیران یحیاں دیکھ رہا ہے
 چاروں طرف چہرے، اسی چہرے
 دھنڈلے چہرے
 کیا یہ اُس کو پہچانیں گے؟
 کیا یہ اُسے گھر تک پہنچا دیں گے؟
 کوئی نہیں
 سب ان دیکھے، ان جانے میں
 سہما سہما آجیخ رہا ہے
 ماں؟
 ماں ::
 ماں ::::

ابن صحن

مسجد اور آزاد فلم، ایک ملی نے اپنی وادی کے انتقال
 پر علی احمد احمد زادہ کے انتقال کے چودہ میتوں کے بعد
 شوہر بھی انتقال کیا۔



دولت نم اے ہی اوپر ھم نے خوب لٹائی
سارے جہاں پر کوئی نہ سلوکا ہم سا جاتا ہائی
ہم نے بیان کی تھیا تو گھنے لئے کہاں کھجور کی
صیغہ نے اپنے معنی تعلیٰ ہوئی بھی باسی ہری
وہم و فراست خوب کی باتیں جاگئی دھنیا کامی
عمل کا سورج ماند جواہ سے خروج ہیں ان کی
درپاکی کم ای نہیں بھوکی ہاچھیں لیں کے
کہاں باؤ کے نایکے پارو جن بیکی کی کم الی
اپنی ذات میں درجتے دلے نہیں اور کوئی
بیدکا درد نہیں دیتا اے دلے کھلا شیر جو جانی
سوج دلپاک کے نایاروں میں دھونیو جو اپنا اپناں
بن پھر دی کس قیمت دو کوڑی نہ رکھائی

چھلکتی ہے آئے کہ اپنی خلب سے بھی کم آتے
ہمارے سامنے ساقی پر اغیر جنم آتے
فروغِ آتشِ گل ہی چمن کی مٹھنڈک ہے
سلگتی چینچتی راتوں کو بھی تو شہبم آتے
بس ایک ہم ہی لیے جائیں درسِ عجز و نیاز
لکھجی تو اگر طمی ہونی گردنوں میں بھی ختم آتے
جو کاروں میں رہے میر کاروں کے قریب
نا جانے کیوں وہ پلٹ آتے اور برہم آتے
نگارِ صُبْح سے پُوچھیں گے شب گزرنے دو
کہ ظلمتوں سے الجھ کر وہ آئی یا ہم آتے
عجیب بات ہے کیچھ طریق میں لہلہ کے کنوں
پھٹ پڑنے سے حسموں پسچ کے رشیم آتے
مسیح کون بنے سارے ہاتھِ الودہ
لہو لہان ہے دھرتی کہاں سے مرہم آتے

پھر لوٹ چکیں پھر لوکا دُ

میرے دشمن ہی کہ ٹلا دُ

دل سا کھلونا یا بھایا یے

کھیلو، توڑو، جی بہ ٹلا دُ

کل اعیار میں پیٹھے تھے تم

ہاں! ہاں! کوئی بات بنا دُ

کون ہے ہم ساچا نہیں دالا

اتنا بھی اب دل نہ ڈھٹا دُ

ق

حسن تھا جب میسٹر حیام میں

عش ق تھا خونِ دل کا جس پیٹھا دُ

حسن بن کا جب بھتی کر لگا،

عش ق ہوا کاغذ زکی ناؤ!

شب بھر کتھی رائیں گزیں

حضرتِ دل اب ہوش میں اؤ

آج کی رات کے گی گیوں کر سازنہ جام نہ تو مہشان
صحیح تک کیا جائے کیا ہو، آنکھ لگے یا جائے جان
پچھلی رات کا ستائا کہتا ہے اب کیا آئیں گے
عقل یہ کہتی ہے سو جاؤ، دل کہتا ہے ایک نہ مان
ملاک طرب کے رہنے والو یہ کیسی مجر بُوری ہے
ہونٹوں کی بستی میں چڑاغاں دل کے تنگ راتے سُسان
اُن کی پانہوں کے حلقات میں عشق بنایا ہے پیر طربیت
اب ایسے میں تباڈیار و کس جا گفر کیدھر ایمان
ہم نہ کہیں گے آپ کے آگے رو رو دیدے کھوئے ہیں
آپ نے پیاسن لی ہماری، بڑا کرم، لاکھوں احسان،

بڑے غصب کا ہے یارو، بڑے عذاب کا زخم!
اگر شباب ہی مٹھرا، مرے شباب کا زخم
ذراسی بات تھی، کچھ آسمان نہ چھٹ پڑتا
مگر ہرا ہے ابھی تک ترے جواب کا زخم
زمیں کی کوکھ ہی زخمی نہیں اندھیروں سے
ہے آسمان کے بھی سینے پہ آفتاب کا زخم
میں سنگسار جو ہوتا تو پھر بھی خوش رہتا
کھٹک رہا ہے مگر دل میں اک گلاب کا زخم!
اسی کی چارہ گری میں گزر گئی اس تار
تمام عمر کو کافی بھتا اک شباب کا زخم

پوہنچی واپسی نہیں ہوتی
دور سے دوستی نہیں ہوتی لہ
جب دلوں میں غبار ہوتا ہے
ڈھنگ کے باتی ہی نہیں ہوتی
چاند کا حسن بھی زین سے ہے
چاند پر چاند کا نہیں ہوتی
جنہ مرے پری وشوں میں کبھی
کام کی زندگی نہیں ہوتی
دن کے بھولے کو راث دستی ہے
شام کو واپسی نہیں ہوتی!
ق

آدمی کیوں ہے وہ شتوں کا شکار
کیوں جنوں میں کمی نہیں ہوتی
ایک مرغ کے بڑا ہی نیشن
یہ بھی شخص سی نہیں ہوتی!
یہ بھی شخص سی نہیں ہوتی!

لب و رُخار و جین سے ٹیکے!
جی نہیں بھرتا کہیں سے ٹیکے
یوں ناؤں دل کے لکھن سے ٹیکے
آسمان بن ڈکے زمین سے ٹیکے
گھٹ کے رہ جاتی ہے رُسوافی تک
کیا کسی پرودہ نشین سے ٹیکے
میون حرم میں یہ خیال آتا ہے؟
اب کسی دشمن دین سے ٹیکے
جی نہ پہلے رُم آہوئے تو ہپکڑا
طاں سدرہ نشین سے ٹیکے
بچھ گیک دل تو حنرabi ہونی
پھر کسی شعلہ جنین سے ٹیکے?
وہ کوئی حث اکم دوراں تو نہیں!
مت ڈریں ان کی نہیں ٹے ٹیکے!

راہ طلب میں کون کسی کا اپنے بھی بیگانے ہیں
 چاند سے مٹھڑے رشک غزال سب جانے پر چاہتے ہیں
 تہائی سی تہائی ہے، کیسے کہئیں، کیسے سمجھائیں
 پشم ولب و رخسار کی تہ میں رُوحوں کے دیرانے ہیں
 اف! یہ تلاشِ حسن و حقیقت کس جا ٹھہریں جائیں کہاں
 صحنِ جہن میں پھول کھلے ہیں، صحراء میں دیوانے ہیں
 ہم کو سہارے کیا راس اس آئیں اپنا شہارا ہیں ہم آپ
 شود، ہی صحراء خود ہی دوانے شمعِ نفسی پروانے ہیں
 بالآخر تھک بار کے یاروا ہم نے بھی تسلیم کیا!
 اپنی ذات سے عشق ہے سچا باقی سب افانے ہیں

کچھ بھی تو اپنے پاس نہیں جُز متعارِ دل
کیا اس سے ٹرھ کے اور بھی کوئی بے امتحان
لکھنے کو لکھ رہے ہیں غصب کی کہانیاں
لکھی نہ جا سکی مگر اپنی ہی داستان!
دل سے دماغ و حلقة عرفان سے دار تک
ہم خود کو ڈھونڈتے ہوئے پہنچے کہاں کہاں
اس بے وفا یہ بس نہیں چلتا تو کیا ہو؟
اڑتی رہیں گی اپنے گریبان کی دھجیاں
ہم خود ہی کرتے رہتے ہیں فتنوں کی پروردش
آتی نہیں ہے کوئی بلا ہم پہ ناگہان

اُٹے نگارانِ خوب رُو، اُو
بُوئے کے دیکھو تو دُو پُدو، اُو
یوں نہ دیکھو کہ رَاهِ رُو ہو گا
مُتھی تمهاری ہی سُبھی تجو، اُو
اُٹے غزالاں خوش خرام رکو!
اک ذرا دیر گفتگو، اُو
وہی بیہاں لگلچکان ہے ہے
پھر وہی زلفِ مشک بُو، اُو
مُصھرِ رُخ، کلام پاک سہی
ہم بھی یلیٹھے ہیں باوضنُو، اُو
کیا سمجھتے ہو، جامِ خالی ہے؟
پھر حملکن لے لے رُکھو، اُو
راتِ دھلتے ہے اُٹے بھی تو کیا
گرم ہے وقت کا ہو، اُو

کبھی ثواب کی ہیں اور کبھی شراب کی ہیں
 عجیب طرح کی پامن دل خراب کی ہیں
 اُو استیاں میری ہم خوشیاں لے دوست
 یہ سب جگائی ہوئی اک ترے جواب کی ہیں!
 نہیں یہ اشک، فریب و فٹاچک اُنھا
 یہ لرزیں تہ مرگاں اسی سراب کی ہیں
 اوہر تو ویکھ، زمانہ یہ راز کیتے جانے
 دل خراب کی پامن ترنے شباب کی ہیں
 سجاوٹوں کے ستائے ہیں گیسوئے برسجم!
 پتاویں، ہی سزاوار پیج و تاب کی ہیں
 زمانہ سُن تو رہا ہے اُنہیں عقیدتے
 مگر یہ کفر کی پامیں ہیں، یہ شراب کی ہیں
 نہ کہہ یہ شورِ غوال بے نشان مجسپوری
 کہ دھڑکنیں تو فضاؤں میں انقلاب کی ہیں
 غم حیات کی دریا دل نہ پوچھ آسراں
 یہ ہٹھاتی بہاریں اسی سحاب کی ہیں

کبھی تو تل کبھی پیسے کا جلن ہوتی ہے
 ہائے کیا چیز یہ سینے کی جلن ہوتی ہے
 چھپر یہ قصہ انشار ہی ہم سن لیں گے
 کچھ تو کہیے کہ خوشی سے لگھن ہوتی ہے
 یادِ ماضی ہے کہ نیرے کی آنی کیا کہیے؟
 دہن میں ایسی چھمن، ایسی چھمن ہوتی ہے
 پھول کھاتے ہی جمیں آنکھ سے او جمل ہو کر
 ڈھونڈتا ہے اُسے جو شک چھمن ہوتی ہے
 کتنی ہی زہر میں ڈوبی ہوئی رکھتی ہو زبان
 پھر بھی وہ نازش گل غنچہ دہن ہوتی ہے

فَقْسٌ كَيْ دَوْسَتَانْ ہے اُور ہم ہیں
اِشَارَوْنَ کَيْ زَبَانْ ٹکَہے اُور ہم ہیں

کَبْھِي دِیکھَتَا تھَا ایسا بھی پُر راقِانْ!
لَشِمْنَ کَا دُھوَانْ ٹکَہے اُور ہم ہیں

پَئَے هَر ہم ضَرُورَتِی ٹکَہے جِراحت
صَفَرْ لَشَرَرَتَانْ ٹکَہے اُور ہم ہیں!

گَرْمَ ہے یہ بھی مِیشِرِ کاروَانَ کَا
غُبْ سَارِ کاروَانْ ٹکَہے اُور ہم ہیں

شَمَارِ زَحْمَ ہالَتَے دِلِ کِہْنَانْ تَكَتْ
جَاهَبْ دَوْسَتَانْ ٹکَہے اُور ہم ہیں!

کَبَکَانِی خَتْمَ ہوتَی ٹکَہے نَشَبْ بَهِی
وَهِی مُجَزِّبَیَانْ ٹکَہے اُور ہم ہیں

شیکھ طلسم

یہ بات کم ہے لگ جانتے ہوئے گے کہ اور دیکے شہرو آناتے خاس سے مصنف خاں بے ابرصوف
بنیاد کے طور پر شاعر ہے اور انہوں نے شعر سے ادب زندگ کا آغاز کیا تھا۔ بذیل میں لمحے ایکے مراحل یہ ظلم
پیش کے جاری ہے جسے راداو (راداو)

لے طلسمِ خیال کون آیا؟

دہی بڑا سات دہی رفتار
دہی الہڑپا دہی گفتار
کپکپا تے ہمئے بیوں پہنچی
ہستے ہستے کلام نزیر بھی
مہمیوں کی قطعہ رزیب گلو
پیرین کی عجیب سی خوشبو
غارضوں پر وہ بایلوں کا رجاؤ
کتنا دلکش ہے بہرڈل کا ناؤ
شون، سی ایک لٹ ہے اتنے پر
پارہ ابر جیسے وقت سحر
پیرین جیسے لہلہتے چن
بھیروں کی الاپ ہے کو بدن
دہ ہنسی اور وہ جسم کی ہاچھلے
جیسے ہر دوں میں دُولتا ہر کنوں

جانے کس شے کامیل ہوتا ہے
پیلی سہروں کا اب نصیب نہیں
دہاٹ آئیں ہو کچھ عجیب نہیں
اب کہاں وہ کلام نزیر بھی
گالیوں پر ہے پیار کی ہڈی
تم بہت تھرو لے ہو احمد ہو
کان دھرتے نہیں جوبات کرو
جانے ہرگس تماش کے بندے
آدمی بھی ہو یا نہے کوئندے
بات کرتے ہو احمدتوں کی سی
چال چلتے ہو بطنخوں کی سی
بال کب سے نہیں تر شوائے
کوئی کہہ کہہ کے دامت سمجھوتے
کیوں نظر آؤ اس طرح جمن
گر پسیں کر لیں اکرو پتلوں
برلنے پر جاؤ حبائ کان
اور خمرٹی رکھائی رے خفتان
اپنے فن پر بہت نہ اتراؤ
آدمی بن کے بھی تو دکھلاو
فن کوں سہر کی جوں بھختی ہوں
یکسے بڑداشت نتم کو اب میں کروں

آخرش ٹوٹ ہی گیا وہ طلسم
زدہ الہڑپا نہ دہ گفتار
کل سے خالد کو ہرگیا ہے بخار
میں نے ڈالا تھا لوز کا اچار
جس سیں بالکل نہیں ہے تیل کی جخار
جانے کیا یہ سیل ہتا ہے

بُجھی بُجھی سی ہیں قند پاہلے بُری دماغ
فُرُونگی نے اُمنگوں کا ساز چھین لیا

تڑپ کے سرو ہوئی گھنگھرؤں کی نرم صد
سیاہیوں میں ستارے سے رقص کرتے ہیں

کبھی شعور میں گھٹلتے کبھی ابھرتے ہیں
کبھی فضا میں لڑتے ہیں ثقہی آپھل،

کبھی زمین پر پھسلتے ہیں سیمگوں بادل
سیاہیاں کسی گوشے سے دوڑ آتی ہیں

تجھیات سے سُجرا کے لوٹ جانی ہیں
سکوں بدوسٹ پتے پھرے ہوئے خیالوں کا

رُبابِ قہن پہ، ہیجان آفریں شمعہ
فلّا میں ڈوب گئی نغمہ شعور بھی لے

کہ لا شعور کے ہوتوں پر تحریری سی ہے
محال ہے کہ ملے شب میں نہ ندی کا سُراغ

اُوس تہنا کھڑا ہوں لوحِ مزار کی طرح مضمحل سا
اُفق کی مردہ رگوں سے بچوٹا ہو جمیا جا رہا ہے
یہ شام اک لوگوں بیوہ کی طرح علم ناک حیرتوں کو
ادایتوں میں لپٹتی پڑتی جا رہی ہے اُفق کے لائے
کی سمت جیخوں میں ڈھلنے کو (کوئی بھی سو عنم گُسار تو ہو)

اُوس تہنا کھڑا ہوں لوحِ مزار کی طرح مضمحل سا
پچھے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ موت جیسے پکارنی ہو
پچھے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے یہ آخری قدم ہے
مُرگی بیاں کوں آئے گا میری لاش پر اشجار ہونے
کوئی نہیں کوئی بھنپتیں باٹے اس کا احساس بھی تھا ہے

اُوس تہنا کھڑا ہوں علم ناک عادتوں کا نشان بن کر
نشان جے فن کی دسترس مرمریں جوانی نہ دے سکی ہو
نشان جے دفت کی روشنگ رنگ دستانی نہ دے سکی ہو
نشان جے بے نشان ہی رینا تمیرہ و تار گھاٹیوں میں
نہ جانے کہتنی حیین اُمیدیں کی دفن ہیں ان ہیں اسٹانیں
کوئی تو ان داستانہماعے حیں میں ممتاز بن کے دوئی
کوئی تو اس بے کنار بھر سکوت میں نعمہ ریز ہوتی

اُوس تہنا کھڑا ہوں تاریکیوں میں گنجُبے فضائے عالم
غلاء میں گوں گھوڑتا ہوں جیسے نشانِ منزل کی جسمیوں
اُنچھے ہوئے ماتھہ پڑھتے جاتے ہیں جیسے تاروں کی آندوڑ ہو
مُرستارے نشانِ منزل کبھی جوئے نہیں کہ آج ہوں گے
جہاں کھڑا ہوں یہی زمیں بھی تو ایک تار اٹھی ہم سے پہلے
کے طالبے نشانِ منزل بیاں کہ تاروں کی اس رکھوں
میں خود بی اب اپنی راہ ہوں آپ اپنی منزل ہوں کاراں جوں
اُوس تہنا کھڑا ہوں لوحِ مزار کی طرح مضمحل سا
اُوس تہنا کھڑا ہوں علم ناک عادتوں کا نشان بن کر
اُوس تہنا کھڑا ہوں تاریکیوں میں گنجُبے فضائے عالم
اُوس تہنا کھڑا ہوں یوں ہی اُاس تہنا کھڑا رہوں گا،

میں

ان لوگوں میں سے فریض ہوں گوں

ہرئے اس صفت ادب کے جس کی مشتی خود فرماتے

ہیں دیگر شعر جات ادب کو فیر اندوی فرار دیتے ہیں۔ کہانی مشتی

جانشی پاٹھی جاتے زندگی کے دکھوں سے فرار کا ایک ذریعہ ہے اور جو ادب

بھی اس کو سکون بیکھڑا فرم کر سکتا ہے، میری نظر میں افادت کا حامل ہے۔

یہ میں نوٹ انسان کی ایک خصوصت ہے بلکہ اسی نوعیت کی جس طرح ایک طبیب اپنے مرضی کو
جمانی کرب سے بچا کر جو خواب کر کے انجام دیتا ہے۔

ابن صافی کے جامسوئی ادب نے بمارے دوریں ان لوگوں کو پڑھنا سمجھا دیا جو کتابیں سے دوسرے

بھاگت تھے۔ اور الف بیلارڈ ایجمنٹ کے ناشر نے ان کا خصوصی نیشنل سین کر کے ایک فرنٹ ادا کیا ہے۔

دھپ اور انہاک اگھزار ادب کی تخلیق پر خراج تخلیق ادا کرتا ہر طالب و ناشر کا فرض ہے ورنہ نشر و طباعت
کا پیشہ روزی فروشی کا حصہ نہ رہ جائے گا۔ابن صافی کو انسان تکار اپنے حلقوں میں قبول کرے یا نہ کرے مگر اس حقیقت سے اکھاں ہیں کہ
جا سکتا کہ اگر کسی حرف شناس شخص سے بھی جو بیکھر کر کے کروانی سے نہیں بلکہ ایک ایک کر کچھ پڑھ لیتا ہے، پوچھا
جائے کہ کسی لایے ادب کا نام بتاؤ جسے سب پڑھتے اور پسند کرتے ہیں تو ابن صافی کو نامزد کیا جائے گا۔

ابن صافی کا ادب سے بڑا ایشارہ ہے کہ انہوں نے اپنی مخلوق کو خالق سے عظیم تر درجہ عطا کیا۔

جو لوگ ابن صافی سے واقف نہیں وہ بھی ان کے فریدی، حمید، قاسم اور عمران کو اس طرح جانتے ہیں جیسے
وہ ہر پڑھنے والے کے لئے گئے رہ چکے ہوں۔محضے ہیرت ہے کہ جس مقدار میں ابن صافی نے لکھا ہے اتنی متعدد تخلیقات میں میماری حسن اور
داستان گوئی کے پیغام ختم اور زبرد بزم کیوں بھر برقرار رکھے جاسکتے ہیں۔ یقیناً یہ ابن صافی کیانفرادیت ہے اور اسے انہوں نے اپنا بہو جلا کر برقرار رکھا ہے۔ محضے یقین ہے کہ جامسوئی ادب
کے پارسے میں چوتھی کے فقاویں کی الرجی ایک دن ختم ہو گی اور اس صافی انسان کو بھی دنخور انتہا
قرار دے کر ابن صافی کو وہ مقام دیں گے جس کے وہ واقعی مستحق ہیں۔

العام درانی